have increased to that-level our inside shivers. Our whole humanely is entangled into the shackle of vested interests and fulfillment of desires. Everywhere we see acquisition of wealth and power. Thus, in this very alarming condition only the approach of unanimous consent can play a role of torch-bearer for the betterment of our society to be bringing it on the track of peace and state of rest.

قرآن وسنت اور اسلامی تاریخ مفاہمتی عمل کے ان گنت واقعات سے بھری پڑی ہے۔ دور حاضر میں مفاہمتی عمل کی جتنی زیادہ ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ امن آج کے دور میں ناپید ہو گیا ہے۔ اور اس کا حصول صرف اور صرف مفاہمتی عمل کی پائیدار حکمت کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔ اور حالات بھی اس امر کے متقاضی ہیں کہ قرآن وسنت کی روشنی میں مفاہمتی عمل کی مربوط ومتوازن حکمت عملی تیار کر کے اس پر عمل درآمد کیا جائے تا کہ تمام اقوام عالم متحد ہو جائیں اور دنیا مکمل طور پر امن وامان اور سکون وآشتی کا گہوارہ بن جائے۔ عالمی امن کی خواہش آج کے دور اور انسان کی شدید ترین اور اہم ضرورت ہے انتہائی مہلک اسلحہ کے انباروں، عالمی جنگوں کی تباہ کاریوں اور خوف وہراس نے انسانوں کا چین وسکوں برباد کر رکھا ہے ایسے میں دنیا بھر کی اقوام اگر اپنے وضع کردہ جھوٹے امتیازات کو ختم کر کے اخوت ومساوات، عفو ودرگزر اور ہم آہنگی کا ماحول قائم کرنے کی جدوجہد کریں تو قیام امن عالم کی شدید ضرورت وخواہش پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے۔ دور حاضر میں اقوام عالم کو غلبہ وطاقت، شوکت واقتدار اور ہوس ولالچ کی خواہش وشوق نے آگ کے الاؤ کے کنارے اور تباہ وبربادی کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لحہ بہ لحہ دلوں میں نفرتیں اور تعصب پھیلتا جا رہا ہے اور محبتیں والفتیں سکڑتی چلی جا رہی ہیں۔ مادیت پرستی کے اس دور میں انسان ہی انسان کا شکاری بن بیٹھا ہے۔ آج آدمیت کے اخلاقی شعور کی مشعلیں مندمل ہو چکی ہیں، جرائم بڑھتے چلے جا رہے ہیں، نفسیاتی الجھنوں کا دور دورہ ہے، ذہنی سکون کا فقدان ہے، بھائی بھائی میں چپقلش اور بھڑیے کا معاملہ ہے، ظلم وتشدد اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے، پوری اولادِ آدم مفادات اور خواہشات کی تکمیل کے شکنجے میں جکڑ چکی ہے، ہر طرف دولت واقتدار کی کھینچا تانی ہے۔ ایسے میں مفاہمتی عمل کی متوازن ومربوط حکمت عملی معاشرے کو بہتری اور امن وامان کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے ایک شمع کا کردار ادا کر سکتی ہے۔

اسلام امن اور آشتی کا مذہب ہے اور بقائے باہمی اور بقایت اصلاح کا سب سے بڑا داعی ہے اس لیے وہ ہر اس کوشش اور اقدام کی حمایت کرتا ہے جس سے باہمی تقارب اور ہم آہنگی میں اضافہ ہونا ممکن ہو اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب معاملات میں مفاہمتِ عمل کی راہ اختیار کی جائے۔ اور اسلامی تہذیب کی بنیاد اللہ کا اسم گرامی اور اس کا یقین

وایمان ہے۔ یہ تہذیب خدائی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ اس لیے اس کو دینی رنگ اور ربانی آہنگ اور ایمانی روح سے الگ کرنا ممکن نہیں۔ اسلامی تہذیب نے معاشرے کو وحدت وقوت عطا کی، شرعی قانون نے اسلامی معاشرے کو قرطبہ سے ملتان تک جلا عطا کی اس نے زندگی کے سبھی اعمال کو ملکوتی رنگ دے کر بامعنی بنا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرہ کو تسلسل دے کر اس نے زمانہ کو بھی وحدت بخشی۔ اسی لیے مسلم اقوام وممالک کی تاریخ میں اصلاح وتجدید، مفسادو بدعات اور جاہلی اثرات کے خلاف جہدو جہاد کا ایسا تسلسل رہا ہے جس کی غیر اسلامی اقوام و مذاہب میں کوئی مثال نہیں ملتی اسی طرح ان مبارک کوششوں کو ایسی کامیابی ملی جو دوسری اقوام و مذاہب کی تاریخ میں ناپید ہے۔ اسلام صرف عقائد کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام ایک جامع اور بین الاقوامی مذہب ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے اندر رعایتیں نہ ہوں۔ ایک بین الاقوامی دین دنیا کی اقوام کی ذہنوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا وہ ان کی نفسیات کی رعایت کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے خود اندرونی دائروں کے اندر بھی یہ چیز ہے۔

مفاہمتی عمل کے معنی ومفہوم

لفظ مفاہمت کے لغوی معنی! عام فہم، ادراک، سمجھنے/سمجھانے کے ہیں۔ مثلاً کوئی کہے

مفاهمتک علی هذا الحدیث (۱)

''میں نے تمہارے ساتھ اس بات پر مفاہمت کی۔ (یا یہ عمل اختیار کیا)۔''

اصطلاح میں مفاہمت عمل سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی اچھے کام پر آپ کسی سے اچھی مفاہمت کر لیں (کہ اس کام کو کرنا ہے) اور کسی بھی ناکام پر مفاہمت اس طرح کریں کہ یہ کام نہیں کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ(۲)

''بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے قریبی رشتہ داروں اور یتیموں کو دینے کا۔ اللہ منع کرتا ہے برائی اور بے حیائی سے۔''

وَاَشْھِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ص وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَھِیْدٌ ط وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّہٗ فُسُوْقٌ م بِکُمْ(۳)

''اور گواہ بناؤ جب تم لین دین کرو اور نہ نقصان پہنچایا جائے کاتب کو اور نہ گواہ کو اگر کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہے۔''

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی دین ہے۔ اس دین میں اللہ رب العزت نے اپنا تعارف بطور ''رب العلمین'' کہہ

کے کروایا ہے کہ وہ سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ آپ ﷺ کو اور رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازا کہ آپ کی رسالت نبوت اور رحمت کل کائنات کے لیے ہے۔ اسلام سلامتی اور امن کا دین ہے۔ وہ دنیا میں امن ومحبت، صلح وآشتی، رواداری وبرداشت اور اتحاد وہم آہنگی اور ''مفاہمتی عمل'' کا فروغ چاہتا ہے۔ مسلمان کی تعریف یہ کی گئی ہے:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔'' (۴)

''ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان اور مال حرام ہے۔'' (۵)

انسان کی بنیاد نسل انسانی کی عزت وتکریم اور شرف ومنزلت پر ہے اسلام پوری انسانیت کی فلاح کی بات کرتا ہے۔

یا ایھا الناس انسانیت کے نام ہے۔ اسلام پوری مخلوق کو اللہ رب العزت کا کنبہ قرار دیتا ہے اور اس شخص کو بہترین قرار دیتا ہے جو اس کی مخلوق سے اچھا برتاؤ اچھی ''مفاہمت'' رکھتا ہے۔ ''تمام مخلوق اللہ رب العزت کا کنبہ ہے اور اللہ رب العزت کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ یعنی اچھی مفاہمت عمل رکھتا ہے۔'' (٦)

اسلام انسانوں میں سے اسی انسان کو بہترین اور افضل قرار دیتا ہے جو مخلوق کے لیے نفع کا باعث ہو۔ اسلام کا دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور نظریات کے حامل افراد کے ساتھ سلوک، احترام، مفاہمت عمل آدمیت اور شرفِ انسانیت کی بنا پر ہے۔ قرآن کریم نے جملہ بنی نوع انسانی کو بالعموم اور اہل کتاب کو بالخصوص جس نکتہ پر اتحاد ومکالمہ مفاہمت عمل کی دعوت دی وہ کلمہ سواء اور اقدار مشترکہ تھیں۔ جو کہ تمام مذاہب میں یکساں تھیں سورۃ آل عمران میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسلام دیگر مذاہب کو کس طرح سے دیکھتا ہے۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اسوہ حسنہ میں بین المذاہب عالمی مفاہمت عمل وہم آہنگی کے لیے کون سے اصل ملتے ہیں۔ اسلام مذاہب عالم کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ اسلام ان کو ختم کرنے کے لیے نہیں آیا، بلکہ اسلام رواداری، برداشت اور ہم آہنگی ومفاہمت عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن مذہبی دنیا میں تعصب عام ہے۔ اور اسی تعصب کو ختم کرنے کے لیے حضرت محمد ﷺ نے صلح حدیبیہ میثاق مدینہ اور فتح مکہ کے موقع پر عفو ودرگزر اور عام معافی سے کام لے کر بہترین مفاہمتِ عملی کا مظاہرہ کیا۔ کیوں کہ مذہب اسلام نے یہی تاکید اور تلقین کی ہے کہ مفاہمت عملی کے ذریعے تمام معاملات کو آسان بنادیا جائے۔

مفاہمتی عمل قرآن کی روشنی میں:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (٧)

''بے شک اللہ عدل وانصافی کا حکم دیتا ہے۔''

اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (٨)

اس کے معنی یہ ہیں کہ عدل، احسان، حسن سلوک، نیکی اور بھلائی ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔ اللہ اپنی قدرت کاملہ سے اپنے تمام بندوں کو اپنا فرمانبردار بنا سکتا تھا ایک مذہب کا پابند بنا سکتا تھا مگر اس کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (۹)

''پس جو شخص چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔''

مگر اہل ایمان کے لیے اجر ہے اور دردناک عذاب بھی ہے کفر کرنے والوں کے لیے۔ مگر دنیا میں سب کو آزادی ہے۔ اس بات سے اللہ کی قدرت کاملہ کی رواداری عیاں ہے۔ اسلام جس طرح زندگی کے ہر معاملے میں مثبت اور منفی دونوں طرح کے اصول و تصورات دے کر ایک اعتدال قائم رکھتا ہے اس طرح بین الاقوامیت کے سلسلے میں بھی اس نے دونوں طرح کے اصول و تصورات دیئے ہیں۔ وہ ہر انسان میں ''زندہ رہنے اور زندہ رہنے دو'' کہ جذبے کو ابھارتا ہے۔ وہ ایک ایسا خالص پاکیزہ تصور ہے جو انسان کو ایک رشتہ وحدت میں پرو سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی ملک، کسی قوم اور کسی بھی نسل سے ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ (۱۰)

''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

یہ الفاظ رواداری، وسعت، مفاہمت اور مذہبی ہم آہنگی کا ایسا چارٹر ہیں جس پر دنیا کی کسی قوم کا عمل صرف اصولی اور نظری طور پر ہی نہیں بلکہ تاریخی شواہد اس بات پر گواہ ہیں۔ قرآن میں کہیں بھی کوئی اشارہ اس امر کا نہیں ملتا کہ جو شخص یا جماعت اسلام کا جواب انکار کی صورت میں دے اس کے ساتھ کسی قسم کی بھی زیادتی روا رکھی جائے۔ قرآن میں اس حقیقت کی طرف بلیغ انداز میں اشارہ کیا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (۱۱)

''ان سے کہہ دو حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔''

اسلام انسان کو غور و فکر کی تلقین کرتا ہے۔ انسان کو سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں عطا کر دی ہیں اور دونوں راستوں کی نشاندہی کر دی ہے۔ اسلام جبر و کراہ کا قائل نہیں ہے۔ نہ طاقت جبر کا اس طرح غالب آنا اس کی فطرت کے ہی خلاف ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۱۲)

''دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت (گمراہی سے) الگ ہو گئی ہے۔''

غیر مذاہب سے مفاہمت

اسلام مذاہب عالم کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اسلام ان کو ختم کرنے نہیں آیا بلکہ اسلام ان کے بارے میں تعصب

کے بجائے برداشت، مفاہمت وہم آہنگی کی تعلیم دیتا ہے۔قرآن میں مساوات انسانی کا سبق ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے عزت وتکریم والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

اسلام نے سب سے پہلے مساوات کا زریں سبق دیا اس سبق سے رنگ ونسل اور قوم کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔بین التہذیبی تقارب وہم آہنگی اور دنیا میں حقیقی تہذیب قائم ہونے میں یہی تفریقات روگ بنے ہوئے ہیں۔اگر یہ تفرقات مٹ جائیں تو حقیقی تہذیب دنیا میں قائم ہو سکتی ہے۔اسلام نے پوری انسانیت کو اتحاد کی لڑی میں پرو دیا۔ارشادالٰہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (۱۴)

''اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وما كان الناس الا امة واحدة فاختلفوا

''اور سب لوگ ایک گروہ کے ہیں سو وہ اختلاف کرتے ہیں۔''(۱۵)

غیر مذاہب کی عبادت گاہ کا احترام:

اسلام جس نظام حیات کا داعی ہے اس میں نہ صرف دیگر ادیان و مذاہب کو مکمل آزادی دیتا ہے بلکہ سیاسی نظام اور معاشرتی ماحول میں ان کی حفاظت کا انتظام بھی کرتا ہے۔ارشادالٰہی ہے:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (۱۶)

''اگر اللہ لوگوں میں بعض کو بعض کے ذریعے رفع نہ کرتا تو خانقاہیں گرجے، عبادت گاہیں اور مساجد جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب منہدم کر دیے جاتے۔''

اسلام میں غیر مذاہب کے معاہدات کا احترام:

قرآن کریم نے ہر قسم کے معاہدات خواہ وہ اپنوں کے ساتھ ہوں یا دیگر اقوام و مذاہب کے ساتھ۔سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ارشادالٰہی ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ٥ (۱۷)

''تم عہد کا پاس کرو اس لیے عہد کی باز پرس ہوگی۔''

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں کہ:

''جس مذہب میں عہد وعقد کی اتنی اہمیت ہو کہ وہ اپنی کتاب تشریع میں اس کے ایفاء کا ذکر کرے اور اس پر زور دے وہ کسی قیمت پر اسے تو گوارہ کر ہی نہیں سکتا کہ مسلمان آپس میں تو پاس عہد کرے لیکن غیر مسلموں سے جب معاملہ پڑے تو بدعہدی پر اتر آئیں جس مذہب کا خدا رب المسلمین نہ ہو بلکہ رب العلمین ہو وہ کیونکر گوارا کرسکتا ہے کہ اس کے ماننے والے معاملات ومعاہدات میں اس کے بندوں کے درمیان مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کریں۔ سچائی بہر حال سچائی ہے خواہ اس کا تعلق مسلم سے ہو یا غیر مسلم سے۔''

مفاہمت بین المذاہب:

اسلامی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ قرآن میں بار بار کسی بھی مذہب کو برا کہنے کی سخت ممانعت ہے۔ یعنی کسی غیر مذہب کو غلط نہیں کہنا چاہیے۔

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۱۸)

''مت گالی دو بتوں کو جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں۔''

یہ تاکید اسلام کے پیروکاروں نے ہمیشہ یاد رکھی اور دوسرے مذاہب کی بے حرمتی نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ دوسرے مذاہب کے ساتھ حسن سلوک کو مدنظر رکھا۔ عفو ودرگزر سے کام لیا۔ یہاں تک کہ معاہد اور غیر مسلم کے بھی حقوق اسلامی تعلیمات میں نہ صرف موجود ہیں بلکہ ان پر عمل بھی ہوتا رہا ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (۱۹)

''ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی۔''

عصر حاضر میں اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ ادیان کے باہمی احترام کی فضا پروان چڑھے اور تمام الہامی مذاہب کے غیر محرف عقائد مشترکہ ہوں۔ شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں: ''یاد رکھو اصل دین ایک ہے سب انبیائے نے اسی کی تبلیغ کی ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لیے وہی واجب الاتباع ہے۔''

الہامی مذاہب میں مفاہمت:

اسلام ایسا دین ہے جو زمان ومکان کی حدود سے ماورا ہے اور ایسے حقائق پر نوع بشر کو مجتمع کرنا چاہتا ہے جو اصولوں کے لحاظ سے یکساں اور مفید ہوں اور تمام طاقتوں کو اگر ممکن ہو تو ایک ہی نقطہ پر مرتکز کر کے امن کی صورت حال پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

قل يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا لله (۲۰)

''اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی

عبادت نہ کریں۔"

مفاہمتی عمل احادیث کی روشنی میں

المومن من امنه الناس علی اموالهم وانفسهم (۲۱)

''مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے لحاظ سے امن پائیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل اور تعلیم کے ذریعے کل انسانیت کو سلامتی امن اور مفاہمت و حکمت کا پیغام دیا۔ ہر طرح کے تعصب سے پاک رہ کر انسانی رشتوں کے احترام کی تعلیم دی۔ آپ نے اپنے عمل سے بھی مفاہمت کی تعلیم دی۔ جنگ بدر میں مشرکین کے 70 افراد مارے گئے اور 70 ہی قیدی بنا لیے گئے رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ کے درمیان تقسیم کردیا۔ اور نصیحت فرمائی کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک مشرک عبداللہ بن ارتفیظ کی خدمات ہجرت کے موقع پر راہ داری کے لیے حاصل کی تھیں۔ امام زہریؒ کہتے ہیں: ''رسول اللہ نے بعض یہودیوں سے جنگ کے مقع پر تعاون کیا اور ان کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ مقرر کیا تھا۔''

ایک صحابی ثمامہ بن اثالؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد قریش مکہ کو خوراک کی سپلائی بند کردی اس لیے کہ وہ اسلام دشمن ہیں تو اہل مکہ نے مجبور ہو کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ثمامہ کو لکھیں کہ مکہ میں غلہ آنے دے تو آپ نے ان کا غلبہ جاری کروادیا۔ سن ٦ ھ میں آپ نے کوہ سینا کے عیسائی راہبوں کو جو سینٹ کیتھرائن میں خانقاہ میں رہتے تھے۔ بڑی مراعات دیں۔ ''یہ مفاہمت و رواداری کی شاندار مثال ہے۔''

اس چارٹر میں آپ نے اپنے پیروکاروں کی طرف سے یہ ضمانت لی کہ عیسائیوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ ان کے گرجوں اور پادریوں کی رہائش گاہوں کی پوری حفاظت کی جائے گی۔ کوئی بھی شخص اپنے عہدے سے معزول نہیں کیا جائے گا کسی گرجے کو مہندم کر کے مسجد یا مسلمان کا گھر نہیں بنایا جائے گا۔ ان پر مذہب کی تبدیلی کے لیے کوئی جبر اور زور نہ ڈالا جائے گا۔ اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں غیر ذمیوں کے حقوق کا بے حد خیال رکھا جاتا تھا، کیوں کہ کسی بھی اسلامی ریاست میں کبھی بھی غیر مسلمین پر کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ ہمیشہ اقلیتوں کے حقوق کی اسی طرح حفاظت کی جاتی تھی جس طرح مسلمین کی ہوتی تھی۔

مفاہمتی عمل تاریخِ اسلام کی روشنی میں:

''میثاق مدینہ'' مفاہمتی عمل کی روشن ترین دلیل مکہ معظّمہ سے ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے ایسی پُر امن جماعت وجود میں لانے کا فیصلہ کیا جس کے ارکان کے بارے میں یقین کیا جاسکے کہ وہ جنگ نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اختلافات کو بھی پرامن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کریں گے آپ کے اس ارادے

کے نتیجے میں وہ تاریخ ساز دستاویز وجود میں آئی جسے میثاق مدینہ کا نام دیا جاتا ہے۔اس معاہدے کے نتیجے میں بدامنی کا خاتمہ ہوااور امن کا قیام عمل میں آیا۔ مذہبی رواداری کا اصول وضع ہوا۔ میثاق مدینہ میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی وضاحت کردی گئی کہ اغیر مسلم یہودیوں کوان کے دین میں پوری آزادی ہوگی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

لِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنَهُمْ وَلِلْيَهُوْدِ دِيْنَهُمْ (۲۲)

''مسلمانوں کے لیےان کا دین ہےاور یہود کے لیےان کا دین ہے۔''

یعنی مدینے میں جتنے بھی باشندے ہیں ان کو دینی عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔اس تاریخ ساز معاہدے کی بدولت مذہبی اسلامی مملکت میں آباد مختلف المذاہب افراد اور مختلف تہذیبی اقدار کے حامل لوگوں کے لیے آزادی اور رواداری کا اصول وضع ہوا۔ نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہوسکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔ میثاق مدینہ کی متعدد دفعات میں طے کیا گیا کہ اغیر مسلموں کے لیےان کا دین اور اموال ہیں۔انہیں دین اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ طے پایا کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا، اسے امداد و مساوات حاصل ہوگی۔ نہ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔اس معاہدے کی بدولت ایسے معاشرے کا قیام ممکن ہوا جو کہ بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔

معاہدہ بنوقریظہ مفاہمتی عمل کی اہم مثال:

بنوقریظہ کے یہودیوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاہدہ بھی اس کی اعلیٰ مثال ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

''یہودیوں کی مدد اور اعانت کی جائے گی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا نہ ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی یہودی اپنے مذہب پر قائم رہیں گے۔اور مسلمان اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اگر کوئی حملہ کرے گا تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔''

اہل نجران سے معاہدہ...... غیر مسلمین سے مفاہمتِ عمل:

آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو شرائط طے کی تھیں اس کے مطابق وہاں کے باشندوں کے لیے وہاں رہنے کا حق تسلیم کرلیا تھا۔اور آپ نے ان کو امان لکھ دی تھی۔عبارت کچھ یوں تھی!

''نجران اور اس کے ماتحت لوگوں کو اپنی اموال، جانوروں، زمینوں اور مذہب کے سلسلہ میں حاضر اور غیر حاضر تمام افراد کو ان کے اہل خانہ کو، عبادت گاہوں کو، تھوڑی یا بہت جو چیزیں بھی ان کے قبضے میں ہیں سب کے سلسلے میں اللہ کی نگہبانی اور محمد نبی ﷺ کی ذمہ داری ہوگی۔

صلح حدیبیہ ایک بین المذاہب مفاہمتِ عمل:

قریش مکہ نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح سے زیادتی کی۔ہجرت مدینہ کے بعد بار بار جنگ مسلط

کی۔مسلمانوں نے عمرہ کا ارادہ کیا تو خدا کے گھر کی زیارت سے روکا بالآخر صلح حدیبیہ ہوئی اور اس میں مشرکین مکہ سے دس سال جنگ بندی کا معاہدہ طے پایا۔اس معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کا چاہے حلیف بن سکتا ہے۔یہ ایک ''بین المذاہب'' معاہدہ تھا جس میں ان کی سیاسی، معاشی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔اور مسلمانوں نے اس بین الاقوامی معاہدے کی مکمل پاسداری کی۔آپ کے معاہدات میں دو باتیں خاص نظر آتی ہیں۔پہلی یہ کہ معاہدات میں رواداری اور برداشت۔دوسرا یہ کہ معاہدہ برابری کی بنیاد پر جھک کر قبول کیا جائے۔آپ ﷺ کے معاہدات سے فاتح کی حیثیت نمایاں نہیں ہوتی بلکہ مصلح کی حیثیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔اس سلسلے میں تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں کس طرح مختلف قومیں اور تمدن انہیں آپس میں گھم گھتا ہو رہے تھے اور ہر قوم اپنے آپ کو کافی بالذات سمجھتی تھی اس وقت دنیا کی حالت یہ تھی جیسے چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی رک گیا ہو۔ایک گڑھا دوسرے سے جدا ہو۔اور سب الگ الگ سڑ رہے ہوں لیکن اسلام کے آمنے کے بعد اور آپ ﷺ کے طریقہ تبلیغ اور انداز مفاہمت و مصالحت و رواداری کے بعد سب گڑھے ایک ہو گئے۔اس سیلاب نے سب کو برابر کر دیا اور ایک پُر ذخائر سمندر پھیلا دیا۔اس طرح مجموعی طور پر انسانیت کو آگے بڑھنے کا موقع ملا اسلام تیزی سے پھیلا۔مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ بہت تیزی سے وسیع ہوا۔لیکن اب ضرورت ہے آج بھی اسی امر کی جس کو آپ ﷺ نے اپنالیا اور صحابہ نے آپ کی پیروی کی کہ دور حاضر میں تعصب کی روش چھوڑ کر مفاہمت کی راہ اختیار کی جائے۔

تعلیماتِ نبوی ﷺ اور عالمی مفاہمتی عمل:

اگر چہ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ایسی مثالوں، واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں آپ نے مکہ اور مدینہ میں دیگر مذاہب جن میں یہود و نصریٰ بھی تھے مشرکین و منافقین بھی انسانی بنیادوں پر رواداری محبت ہمدردی جیسے مفاہمتی عمل کا اظہار کیا ان کی تفصیلات سے صفحات متحمل نہیں ہو سکتے یہاں صرف ایک ایسے معاہدہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور مفاہمتی عمل کو فروغ دینے کے لیے کس قدر ٹھوس اقدامات اٹھائے۔''

میثاقِ مدینہ کے نکات:

مدینہ کی حدود میں رہنے والے دیگر مذاہب کے باشندوں کے سیاسی، معاشی و معاشرتی، قانونی و مذہبی حقوق کا تحفظ مفاہمتی عمل کے ذریعہ سے کیا گیا:

۱۔ یہود و مسلمان اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔

۲۔ ان کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر سگالی اور نیکی و بھلائی کے ہوں گے۔

۳۔ جرم اور گناہ کے تعلقات نہیں ہوں گے۔

۴۔ جو مظلوم ہوگا اس کی مدد کی جائے گی۔

۵۔ یثرب کی وادی اس میثاق کے لیے واجب احترام ہوگی۔

بین المذاہب، مفاہمتی عمل کی حدود و قیود:

اسلام دیگر مذاہب سے ہم آہنگی، روابط اور تعلقات کے حوالے سے کچھ تحفظات کی مفاہمت بھی کرتا ہے۔ وہ انسانیت کی بناء پر ہر طرح کے تعلقات استوار کرنے کا روادار ہے تاہم دین و مذاہب اور تشخص کے حوالے سے بہت محتاط اور متوازن رویہ کی مفاہمت کرتا ہے اس سلسلہ سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نہ تو ایسے افراد سے قطع تعلق کریں کیوں کہ اس سے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے درمیان ایک ذہنی خلیج حائل ہو جائے گی دونوں کے درمیان نفرت اور مخالفت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس رواداری میں اس قدر آگے بڑھیں کہ سب کچھ ہی ان کے حوالے کر دیا جائے۔

۱۔ مفاہمتی عمل میں غیر مسلم کو راز دار بنانے کی ممانعت

اسلام دیگر مذاہب کے افراد کو اپنا راز دار و ہم نوا بنانے اور بغیر مفاہمت علم ے دوستیاں گانٹھنے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

> ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ کہ وہ ہماری خرابی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے وہ چاہتے ہیں کہ تم کو تکلیف پہنچے، ان کی دشمنی ان کی باتوں سے ظاہری ہوتی ہے، اور جو کچھ ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اگر تم سوجھ بوجھ (فہم/مفاہمت) رکھتے ہو تو ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر رکھ دی ہیں تا کہ تم احتیاط کرو۔'' (۲۳)

۲۔ روابط و تعلقات کی جائز شرعی حدود و شرائط

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا تو وہ بے شک انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ رب العزت ظالموں کو ہدایت کی راہ نہیں دکھایا کرتا۔'' (۲۴)

اس آیت میں جن اقدامات سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق دراصل ایسے لوگوں سے ہے جو اسلام کے دشمن ہیں اور مسلمانوں سے برسر جنگ ہوں، کسی بھی طرح مفاہمت عمل قبول کرنے کے لیے تیار رہوں، تو ان کی پشت پناہی کرنا، انہیں راز دار بنانا اور ملی مفاد کے خلاف اپنا حلیف بنا کر ان کی قربت حاصل کرنا کسی مسلمان کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

۳۔اسلام اور مکمل سازگاری کا مفاہمتی عمل

یہاں اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ روشن خیالی اور آزادانہ روش اس قدر نہ ہو کہ ہم اپنی اقدار و روایات کو ہی بھول جائیں اپنے ملی تشخص اہی کو فراموش کردیں اور دینی شعار پر ہی سمجھوتا کرلیں یہ رواداری نہیں ہے بلکہ یہ خود فراموشی اور نامکمل سازگاری ہے۔اسلام کبھی بھی اپنے ملکی تشخص پر مفاہمتی عمل نہیں کرسکتا نہ ہی یہ بین المذاہب ہم آہنگی ہے۔اسلام ہرصورت میں اپنے فکروفلسفہ کے تحفظ کی مفاہمتی عمل چاہتا ہے دین وایمان کی بقاء کا خواہش مند ہے۔اپنا وجود اور تشخص غلط مفاہمتی عمل سے کم نہیں کرنا چاہتا۔آپ ﷺ کی تیرہ سالہ زندگی سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔آپ ﷺ نے ہر طرح کا ظلم وتشدد برداشت کیا مدانیت اور سودے بازی کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ٥ (۲۵)

''وہ تو اس آرزو میں ہیں کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔''

قرآن کریم بین المذاہب تعلقات کے حوالے سے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا ہے اس نے یہ واضح کردیا ہے مذہبی ہم آہنگی اور مفاہمتی عمل کے لیے حدود وشرائط کیا ہے۔یہ اتحاد کن پہلوؤں سے ہوسکتا ہے اور کن پہلوؤں سے نہیں ہوسکتا! تو اس سلسلہ میں اسلام نے اصولی قاعدے وضع کردیے ہیں۔''ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ رب العزت تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں گھروں سے نکالا، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اللہ رب العزت تو تمہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی اور تمہیں گھروں سے نکالا اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی جو شخص ان سے دوستی کرے وہی ظالم ہے۔''(۲۶)

مذہبی مفاہمتی عمل کے عالمی اصول:

ا۔مذہبی جذبات کا احترام

اسلام پر یہ اعتراض عام ہے کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کا رویہ جارحانہ ہے وہ اپنے مخالفین کے مذہبی جذبات کی رعایت نہیں کرتا اور ان کی قابل احترام شخصیت پر جارحانہ جملے کستا ہے۔اس کی تنقید ہی مذہبی دل آزاری کا سبب بنتی ہیں۔اعتراض بے بنیاد ہے اسلام کا دین توحید ہے اور اس نے شرک پر زبردست تنقید کی ہے اور اس کی کمزوریاں واضح کی ہیں وہ باطل کو باطل اور کفر کو کفر اور گمراہی کو گمراہی قرار دیتا ہے لیکن وہ اتنا ہی بے روادار نہیں کہ غصہ میں آکر کوئی کسی شخصی مذاہب باطلہ کے معبدوں کے لیے نازیبا اور غلط استعمال کرے اس لیے کہ اس کے ردعمل میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرنے لگیں یہ بات سخت نازیبا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا م بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (۲۷)

''یہ لوگ اللہ کے سوا جنہیں پکارتے ہیں تم انہیں برا نہ کہو کہ وہ حد سے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ رب العزت کو برا کہنے لگیں۔''

سورۃ الانعام کی اس آیت میں قرآن حکیم نے مذہبی ہم آہنگی اور مفاہمتی عمل کا وہ اصول پیش کیا ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی اصول کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام رنگ ونسل اور غریبی وامیری کی بناء پر کسی کو فوقیت نہیں دیتا۔

۲۔ اسلام اور نظریہ غیر مذاہب

مذہبی مفاہمت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ بالعموم دنیا میں ہر نظریہ اور مذہب کے حاملین اور پیر کاروں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے نظریہ ومذہب کے علاوہ دیگر مذاہب ونظریات ختم ہوجائیں اسی خواہش وکوشش میں عدم برداشت اور تشدد کا عنصر بھی جنم لیتا ہے لیکن اسلام کی جدوجہد کا مرکز صرف یہ خیال ہے کہ دوسرے اس دعوت حق کو سمجھیں اور مفاہمت عمل سے پیش آئیں لیکن بائیں ہمہ وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ جبر وجور یا گالی گلوچ سے کام لیا جائے۔ بلکہ وہ صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ'' مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝ (۲۸)

''کہہ دیجیے اے کافرو۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو۔ اور نہ تم کروگے جن کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور میں ان کی عبادت نہیں کروں گا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم عبادت کروگے جن کی میں کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین میرے لیے میرا دین۔''

سورۃ الکافرون کی یہ آیتیں رواداری و مذہبی ہم آہنگی اور مفاہمتی عمل کا ایسا میثاق ہیں جو اپنی نوعیت میں بے مثال و بے نظیر ہے اور لکم دین کم ولدین پر مشتمل الفاظ مذہبی ہم آہنگی اور مفاہمتی عمل کا ایسا چارٹر ہیں کہ جس پر دنیا کی کسی قوم کا عمل۔ صرف نظری واصولی طور پر نہیں بلکہ تاریخی شواہد اس پر گواہ ہیں۔

۳۔ مذہب اسلام اور آزادی کا اختیار

قرآن کریم میں کہیں بھی کوئی اشارہ اس امر کا نہیں ملتا کہ جو شخص یا جماعت دعوت اسلام کا جواب انکار کی صورت میں کردے اس کے ساتھ کسی قسم کی بھی زیادتی روا رکھی جائے، قرآن کریم جتنا اپنی دعوت کی حقانیت اور صداقت اور مفاہمت پر زور دیتا ہے اتنا ہی زور اس امر پر دیتا ہے کہ اس پیغام حق کو سننے کے بعد جو تمہارا ضمیر کہے جو بنیادی رائے ہو اس پر عمل کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (۲۹)

''ان سے کہہ دو کہ حق ہمارے رب کی طرف سے ہے جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے''

۴۔ اسلام میں جبر وکراہ کی ممانعت

اللہ رب العزت نے اس کائنات میں ہر طرح کی مخلوقات کو پیدا فرمایا، پھر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسانوں میں بھی اللہ رب العزت نے یکسانیت نہیں رکھی بلکہ مختلف قبائل، برادریوں اور رنگ ونسل کے حامل افراد تخلیق کے لیے کیے اور ان کو دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلایا اور اسلام ان کے ختم کرنے کی بات نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک مفاہمت عمل رواداری و برداشت کی تلقین کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۳۰)

''بے شک ہم نے انسانوں کو راستہ دکھایا ہے اور اب وہ تو شکر گزار بنے یا ناشکرا (کافر)''

۵۔ اسلام اور جان و مال کی تحفظ کی ضمانت

جہاں اسلام ذمیوں کی جان کا احترام کا حکم دیتا ہے وہاں ان کے مال کی بھی حفاظت کا حکم دیتا ہے یعنی ہر طرح وہ ان سے مفاہمت عمل کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اسلامی ریاست میں کسی کو ان کے مال پر قبضہ کرنے کی اور ان کے املاک اور جائیداد سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ سیدنا خالدؓ بن ولید بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ جنگ کے بعد یہود نے آکر شکایت کی کہ لوگ ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں جب کہ یہ چیزیں کھلے میدان میں نہیں بلکہ محفوظ جگہوں پر ہیں۔ یہود سے چوں کہ معاہدہ ہو چکا تھا اس لیے غلہ واپس کرنے کی فوراً ہدایت فرمائی۔

الا لایحل اموال المجاھدین الابعقھا (۳۱)

''سن لو معاہدین کے اموال حلال نہیں ہیں الا یہ کہ ان کے لینے کا (ریاست کی طرف سے) حق ہو''

یعنی ریاست اگر ان کی ساتھ ''مفاہمت عمل'' کرلے تو پھر مصالحت کے ساتھ لے سکتے ہیں۔ غیر مسلموں کی وہ چیزیں جنہیں مسلمان ناپاک و حرام تصور کرتے ہیں، انہیں بھی نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا وگرنہ ان کا تاوان دینا ہوگا۔ بین المذاہبِ عالم ہم آہنگی اور مفاہمتی عمل کا یہ وہ سنہری اصول ہے جس پر مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

۶۔ دوسرے مذاہب کے معاہدات کا احترام اور مفاہمتی عمل

قرآن کریم نے ہر قسم کے معاہدات خواہ وہ اپنوں کے ساتھ ہو یا دیگر اقوام مذہب کے ساتھ سختی سے ان کی پابندی و مفاہمتی عمل کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وعدہ پورا کرو کیوں کہ وعدے کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں: جس مذہب میں عہد و عقد کی اتنی اہمیت ہو کہ وہ اپنی کتاب شریع میں اس کے ایفاء کا

ذکر کرے اور اس پر زور دے، وہ کسی قیمت پر اسے تو گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ مسلمان آپس میں تو پاس عہد کریں۔ لیکن غیر مسلموں سے جب معاملہ پڑے تو بد عہدی پر اتر آئیں۔ اور یہی اسلام کا خاصہ ہے۔ اگر چہ قرآن کریم نے واضح طور پر اہل کتاب و مشرکین میں فرق کیا ہے لیکن معاہدات کے سلسلہ میں وہ مشرکین کے ساتھ بھی پاس عہد کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ مشرکین کے بارے میں قرآن کریم اعلان براءت کے بعد کہتا ہے:

> ''مگر ان مشرکوں میں سے جن سے تم عہد کیا تھا پھر انہوں نے اپنا عہد پورا کرنے میں تم سے کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی (تمہارے دشمن) کی مدد کی تو جو مدت مقرر ہو چکی تھی اس تک ان کا عہد پورا کرو۔ بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔'' (۳۲)

آیت مذکورہ میں مشرکین سے اعلان براءت مفاہمت کے باوجود یہ امور سامنے آئیں ہیں:

۱۔ مشرکین کے ساتھ معاہدات کا احترام کرنا بھی تقویٰ میں شامل ہیں۔

۲۔ مسلمان مشرکین سے نقض عہد نہیں کر سکتے۔

۳۔ معاہدہ میں کسی قسم ردو بدل نہیں کر سکتے۔

۴۔ کسی معاہد شرک کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔

۵۔ معاہدہ کو وقت مقررہ تک ماننے اور برتنے پر مجبور ہیں۔

۶۔ کسی سے بھی معاہدہ اپنے مفادات کی بناء پر توڑنا ممنوع ہے۔

۷۔ اسلام میں بلالحاظ رنگ و نسل و مذہب مفاہمتی عمل کی تلقین

ظلم و زیادتی کی کوئی ایک شکل نہیں ہے۔ یہ سماجی، معاشی، معاشرتی، اور سیاسی ہر طرح کا ہوتا ہے۔ اسلام کی مفاہمت ہر نوع کے ظلم کے خلاف ہے وہ اس کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں دیتا۔ اور اپنے ماننے والوں کو عدل و انصاف کا پابند بناتا ہے۔ اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ ظلم کو ختم کرے مفاہمت کے ساتھ عدل و انصاف کو قائم کرے۔ اسلام اپنے حدود اقتدار میں کسی بھی قسم کی ناانصافی، حق تلفی اور ظلم و جود کا روادار نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ز وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ط اِعۡدِلُوۡا قف هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ز (۳۳)

> ''اے ایمان والو! تم انصاف کے ساتھ اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور نہ ابھارے تم کو کسی قوم کی دشمنی ناانصافی کرنے پر۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے قریب ہے۔''

مفاہمتی عمل کے لیے پائیدار حکمت عملی کی تشکیل

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے وہ کسی خاص علاقہ، نسل یا قوم کے لیے پیغام ہدایت لے کر نہیں کیا۔ بلکہ اس کا

خطاب سب انسانوں اور ان کے سب طبقات سے ہے۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی ومفاہمت عمل کی اہمیت ذیل کے نکات سے سامنے آسکتی ہے۔ قرآن کریم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اس ارشاد کے ساتھ اہل کتاب کو ایک پلیٹ فارم پر مفاہمت عمل کی بناء پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ م بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (۳۴)

(اے پیغمبر) اہل کتاب کو کہہ دیجیے آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

قرآن کریم کی یہ پیشکش شاید اس وقت تو قابل اعتبار نہ سمجھی گئی لیکن جدید دور میں اس کی ضرورت واہمیت کھل کر سامنے آگئی ہے اور اہل کتاب بھی اس کی طرف مائل نظر آتے ہیں چنانچہ آج سے تیس برس قبل 1976ء میں امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں ایک پادری نے ایک تحقیقی مقالہ اعلیٰ ڈگری کے لیے پیش کیا جس کا عنوان مفاہمت عمل کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''(اے پیغمبر) دعوت دو اپنے رب کے راشتہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ اور مباحثہ کرو ان سے اس طریقہ سے جو بہترین ہے'' (۳۵)

دور جدید میں مفاہمت عمل کے ساتھ امن وآشتی کی جس قدر ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ رہی ہو کیوں کہ اس وقت دنیا میں ہتھیاروں کا پھیلاؤ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اسلام عالمی امن کا داعی ہے وہ چاہتا ہے فتنہ وفساد ختم ہو۔ اقوامِ عالم میں باہم محبت ومفاہمت کا جذبہ ہو۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور یہ ہدایات تو یہاں تک ہیں کہ عین جنگ کی حالت میں بھی دشمن مصالحت اور جنگ بندی پر آمادہ ہو تو اس سے مصالحت کرلی جائے تا کہ جنگ کی فضا ختم ہو۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط (۳۶)

''اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے تیار ہوجاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔''

آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے بات سامنے آتی ہے کہ آپ ہمیشہ امن اور مفاہمت کے فروغ کے لیے کام کیا آپ ﷺ نے دیگر قبائل اور مذاہب سے جس قدر معاہدات فرمائے ان سب کا مقصد امن اور مفاہمت ہی کا قیام تھا۔''

''فتح مکہ کا دن ظاہراً بدامنی کا دن ہونا چاہیے تھا لیکن آپ ﷺ نے بدترین دشمنوں کے لیے بھی اس کے دروازے کھول دیے اور فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کے لیے امن ہے جو حکیم بن حرام کے گھر میں داخل ہوجاتے اس کے لیے امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہوجاتے اس کے لیے بھی امن ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے اس کے لیے بھی امن ہے۔'' (۳۷)

مفاہمتی عمل کی سیاسی ضرورت

جدید دور میں بین المذاہب ہم آہنگی و مفاہمتی عمل کی عالمی سطح پر اس لحاظ سے بھی ضرورت ہے کہ مختلف اقوام، مشترک مفادات کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔ آئے روز مختلف ممالک کے درمیان تعاون واشتراک کے معاہدات ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے تمام سربراہان مملکت کو تعاون وصلح اور دعوت و مفاہمتی عمل کے لیے دعوت دی اوران کو خطوط تحریر کیے۔ آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک متعدد معاہدات قائم فرمائے۔ یہ معاہدات سیاسی بھی تھے اور تجارتی بھی، قومی بھی تھے اور بین الاقوامی بھی۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں اصولی ضابطہ مقرر فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ (۳۸)

''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے (قتال) جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔''

پاکستان جنوبی اشیاء کے جس حصہ میں واقع ہے جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پڑوسی ممالک سے تعاون واشتراک و مفاہمت عمل کے لیے ہاتھ بڑھائے قطع نظر اس کہ کے ان ممالک کے عقائد ونظریات کیا ہیں۔ کیوں کہ مفاہمت عمل کی بہترین حکمتِ عملی کا یہی تقاضہ ہے۔

اقتصادی اور تجارتی ضرورت

بین المذاہب ہم آہنگی و مفاہمتی عمل کی ضرورت کا ایک اہم پہلو اقتصادی وتجارتی میدان ہے۔ آج دنیا میں کاروبار، صنعت اور تجارت کے لحاظ سے اشتراک وتعاون اور مفاہمتی عمل از حد ضروری ہے کیوں کہ کوئی بھی ملک اپنی تنہا ضروریات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ کی سیرت سے اس امر کا جواز ملتا ہے، آپ نے غیر مسلموں سے لین دین اور تجارت کا معاملہ کیا۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ رہن رکھی۔'' (۳۹)

آج کے عالمی تناظر میں بشمول پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک سے اقتصادی وتجارتی تعلقات ''مفاہمتی عمل'' کے ساتھ قائم کریں۔ اور مفاہمتیِ عمل کے لیے بہترین حکمتِ عملی تشکیل دیں۔

معاشرتی وتہذیبی ضرورت

انسان کو اپنی معاشرت اور تہذیب کے لیے دوسروں کے تعاون اوران کے ساتھ مفاہمت کی ضرورت ہے وہ اپنی ضروریات تنہا پوری نہیں کرسکتا، پھر اسلام چھوت چھات کا مذہب نہیں۔ وہ انسانیت کے شرف کا قائل ہے۔ اسلامی ثقافتی وفود (Cultural Delegations) کا ایک دوسرے ممالک میں بھیجنا بین المذاہب مفاہمت عملی کے لیے مفید

ہوسکتا ہے تحائف وکھیلوں کے ناطے اس یگانگت میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

معاہدات کی پابندی کی ضرورت

وہ چیز جس سے بین المذاہب اور بین الاقوامی تصورات اور جذبات کو نظری و عملی طور پر مضبوط ''مفاہمتی عمل'' میسر آتی ہے اور بھائی چارے کی فضاء کو فروغ ملتا ہے ''وہ معاہدات'' کی پابندی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معاہدات کو پابندی کو اخلاقی اور قانونی دونوں حیثیتوں سے ضروری قرار دیا ہے یہ معاہدہ خواہ شخصی ہو اجتماعی، معاشی ہو یا تجارتی، صلح کا ہو یا امن امان کے قیام و بقاء کا۔ اس کی پابندی ہر صورت لازمی ہے۔ اسلام کا دامن توثیقِ معاہدات کے سلسلہ میں بڑا وسیع ہے۔ اس کے نزدیک اگر برسر جنگ قوم بھی صلح اور مصالحت کے لیے ہاتھ بڑھائے تو جب تک مسلمانوں کو کوئی شدید نقصان نہ ہوا یا اس میں کوئی کھلا ہوا فریب نہ نظر آتا ہو اس وقت تک اس کا خیر مقدم کرنا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بار بار سخت تاکید آئی ہے، اور عملی طور پر اسلامی حکومتیں اس کی پابندی کرتی رہی ہیں۔ کیوں کہ یہ اللہ کی طرف سے سخت تاکید ہے کہ عہد کی پابندی کرو بے شک اس کے بارے میں جوابدہی کرنی پڑے گی۔

آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ اخوت انسانی ہے جس کے لیے ''مفاہمتی عمل'' از حد ضروری ہو چکا ہے اور انسانی اخوت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسانوں کے مابین قدر مشترک دریافت نہ کرلی جائے۔ ان تمام اسلامی معلومات سے یہ حقیقت ثابت ہوئی ہے کہ ہر قوم، معاشرہ، فرد، انفرادی و اجتماعی، سیاست، معاشرت وغیرہ کو اپنی زندگی اور اپنے معاملاتِ زندگی کو مشاورت اور مفاہمتی عمل کے پیشِ نظر ہی بروئے کار لانا چاہیے اور معاہدات کی پابندی کرنی چاہیے۔ جب بھی کوئی قوم یا حکومت، یا معاشرہ زوال پذیر ہوا ہے تو وہ صرف وصرف اپنی نا اہلی اور اسلام کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے ہوا اگر یہ تمام قوتیں اپنی بنیاد کو مشاورت اور مفاہمت عمل پر استوار کریں تو یہ آئندہ مستحکم ومضبوط ہو کر ترقی کے آسمان پر چمک سکتی ہیں۔

عالمی امن کے لیے مفاہمتی عمل کی ضرورت

دور جدید میں امن و آشتی اور مفاہمتی عمل کی جس قدر ضررت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ رہی ہو کیوں کہ اس وقت دنیا میں ہتھیاروں کا پھیلاؤ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اسلام عالمی امن کا داعی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ فتنہ فساد ختم ہو۔ اقوام وممالک میں باہم محبت کے ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ اس کی ہدایت تو یہاں تک ہے کہ عین جنگ کی حالت میں بھی دشمن مصالحت اور جنگ بندی پر آمادہ ہو تو اس کی بات مان لی جائے۔ تاکہ جنگ کی فضا ختم ہو۔ کیوں کہ اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ اگر دشمن بھی صلح کی طرف مائل ہو تو اس کو موقع دیا جائے اور اس سے صلح کی جائے۔ مسلمان اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ پیغام امن کے

امین ہیں جوتمام بنی نوع انسان کے لیے ہے جواللہ نے اپنے آخری رسول کے ذریعے بھیجا ہے۔ یہ بے چین انسانیت کی دکھ بھری آواز کا خدائی جواب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ نے ہمیشہ معاشرے میں امن کے فروغ کے لیے کام کیا۔ فتح مکہ کا دن اس بات کی روشن دلیل ہے۔ مولانا حامدالانصاری لکھتے ہیں کہ یہ پہلا دن تھا جب امن عالم کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا اوراس کے بعد آج تک یہ سلسلہ غروب نہ ہوا۔

سائنس اور جدید علوم سے استفادہ کی حکمت عملی

دور جدید میں مفاہمت کا فروغ اس لیے بھی ضروری ہے کہ دنیا اس وقت ایک عالمی اکائی Globle Village کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ ذرائع ابلاغ کی برق رفتار ترقی نے فاصلے ختم کر دیے ہیں دنیا کے کسی بھی گوشے میں رونما ہونے والا واقعہ بغیر کسی توقف کے ہر شخص کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر موجودہ دور تحقیق اور مہارت کا دور ہے ہر شخص اور ہر قوم کے بس میں نہیں کہ تمام علوم میں مہارت حاصل کر لے اس کے لیے دیگر اقوام و ممالک سے علمی میدان میں استفادہ ناگریز ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب دوسرے ممالک سے روابط استوار کیے جائیں اوران ممالک سے مفاہمت کی پالیسی اختیار کی جائے۔ مولانا ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

> ''مغرب سے علم وصنعت، ٹیکنالوجی، سائنس اور ان علوم وتحقیقات میں جن کا تعلق، تجربہ، حقائق و واقعات اور انسانی محنت وکاوش سے ہے۔ فراخدلی سے استفادہ کیا جائے پھر اپنی خداداد صلاحیت سے ان کو اعلیٰ مقاصد کے تابع بنایا جائے جو آخری نبوت اور آخری صحیفے نے ان کو دیے۔''

اقتصادی وتجارتی مفاہمتی عمل

مفاہمت کا ایک اہم پہلو اقتصادی اور تجارتی میدان ہے۔ آج دنیا میں کاروبار، صنعت اور تجارت کے لحاظ سے اشتراک وتعاون ازحد ضروری ہے۔ اس تعاون کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کی Products سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ملکی صنعتوں کو ترقی اور فروغ حاصل ہوسکتا ہے جو کہ ملکی ترقی کا ضامن ہے۔ کوئی بھی ملک تنہا اپنی ضروریات متحمل نہیں ہوسکتا۔ اور ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے دوسرے ملک کی صنعت سے فائدہ اٹھا کر اپنی ضرورت پوری کرنا مفاہمت کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے بھی خرید وضرورت کے معاملات کیے۔ حدیث نبوی ہے کہ:

ان النبی اشتر کی طعا ما من یھودی الی اجل ورھنه من حدید (۴۰)

''آپ ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اوراس کے پاس اپنا لوہے کی ذرہ رہن رکھی۔''

حافظ حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

۱۔ کفار کے ساتھ معاملہ جائز ہے بشرطیکہ حرام چیز کا نہ ہو۔

۲۔ اگر غیر مسلم حزبی نہیں ہے تو اسے ہتھیار فروخت کیے جاسکتے ہیں ان کے پاس رہن بھی رکھا جاسکتا ہے۔

آج کے عالمی تناظر میں بشمول پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک سے اقتصادی وتجارتی تعلقات قائم کریں۔تجارت ایک ایسا پیشہ ہے جسے شریعت کی مقررہ کردہ حدود کے اندر کرلیا جائے تو مذہبی فرائض میں خلل پیدا کیے بغیر صنعت حاصل کی جاسکتی ہے۔

کاروباری تعلقات میں غیر مسلموں سے مفاہمتی عمل

اسلام غیر مسلموں کو مکمل معاشی آزادی بھی دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام انہیں اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ صنعت وحرفت، تجارت وزراعت اور دوسرے تمام شعبوں اور میدانوں میں اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیاں مکمل آزادی اور اپنی پسند کے ساتھ جاری رکھیں۔حتی کہ وہ چیزیں جو ان کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں مگر مسلم معاشرے میں ان کا داخلہ ممنوع ہے۔غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل آزادی ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں کو شراب کی فروخت کی مکمل آزادی ہے۔حتی کہ اگر مسلمان کسی مسلمان کی ملکیت میں موجود شراب کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔فقہاء کی وضاحت درج ذیل ہے۔

ویضمن المسلم قیمة ضمره وخنزیره اذا تلفه (۴۱)

''اور ضامن ہے مسلمان شراب اور خنزیر کی قیمت کا جب وہ ضائع ہوجائے اس سے۔''

دوسری جانب اسلام یہ گنجائش بھی دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے کاروبار لین دین بھی ہوسکتا ہے ان سے خرید وفروخت بھی ہوسکتی ہے۔ان سے ادھار بھی لیا جاسکتا ہے۔اوران تمام امور میں چندخواہی کا جذبہ ہو اور انصاف سے کام لینا چاہیے۔حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ:''آپ نے کچھ خریدا یہودی سے اور اس کے پاس اپنی زرہ جو کہ کی بنی ہوئی تھی رہن رکھی۔''(۴۲)اسی طرح جب آپ کا انتقال ہوا تب بھی آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھتی تھی۔جس سے آپ نے تیس صاع کھجور جو اپنے اہل خانہ کے لیے خرید فرمائے تھے۔

بین الاقوامی تعلقات، میں مفاہمتی عمل

جو چیز مفاہمت کے عمل کو فروغ دیتی ہے جو بین المذاہب ہم آہنگی ویگانگت کے اسلامی تصور کو واضح کرتا ہے۔ وہ اسلامی ریاست اور مسلمانوں کو دوسری غیر اسلامی ریاستوں کو اور وہاں کے بسنے والے غیر مسلموں سے تعلق ہے۔اس میں دوسری غیر مسلم مذہبی ریاستیں بھی شامل ہیں جو سیکولر ہونے کی دعویدار ہیں۔ غیر مسلم ریاستوں سے اسلامی حکومت معاہدے کرسکتی ہے اور یہ معاہدے صلح، امن، دفاع وسلامتی اور دوسرے سے تعاون پر مبنی ہوسکتے ہیں۔ پھر ان معاہدوں میں جو بھی شرائط ہوں تو ان کی پاسداری لازمی اور ناگریز ہے۔ ہر قسم کے عہد اور معاہدے کی پاسداری کے لیے قرآن میں

سختی سے تلقین کی گئی ہے۔

اسلام کے نقطہ نظر سے عہد کی پاسداری کے سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

ما قطع قوم بالعهد الا سلط الله عليهم العدو (۴۳)

''جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ لازماً دشمن کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔''

سفیروں کا احترام اور مفاہمتی عمل

اسلام میں سفیروں کا مکمل احترام حاصل ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینا اسلام کا مزاج نہیں ہے۔ وہ انسان کے بنیادی حقوق کبھی سلب نہیں کرتا اور سفیر کو مکمل عزت دینے کا قائل ہے۔' اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ تمام لوگوں کو تلقین کرتے ہیں کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ ﷺ سے پناہ طلب کرے تو آپ اس کو پناہ دیجیے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجیے اس لیے کہ وہ علم نہیں رکھتے۔ اسی طرح سے ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر دارالحرب کا کوئی فرد سفارت کی غرض یا تجارت یا صلح و مصالحت کی غرض سے دارالسلام میں سربراہ حکومت سے یا اس کے ذمے دار سے اجازت لے کر آئے تو جب تک وہ وطن واپس نہیں آجاتا آزادی کے ساتھ پورے ملک میں جہاں چاہے آجا سکتا ہے اور اپنا کاروبار بھی کر سکتا ہے۔

اسلام دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں کے حاملین کے ساتھ دوستی اور تعلق استوار کرنے پر زور دیتا ہے۔ اسلام جہاں دوسرے تہذیبوں کے ساتھ مفاہمت کی اجازت دیتا ہے وہاں پر اس کے لیے حدود و قیود کا تعین بھی کرتا ہے۔ اسلام بہر صورت اپنی انفرادیت کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ کسی بھی قوم کے اجتماعی و معاشرتی اور سوشل زندگی میں مغربی یا ان کے طریقوں کی پیروی ان کے اصول زندگی اور طرز معاشرت کو قبول کر لینا اسلامی معاشرے میں بہت دور رس نتائج رکھتا ہے۔ لہٰذا مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ مغرب سے علم و صنعت، ٹیکنالوجی اور سائنس وغیرہ سے فراخدلی سے استفادہ حاصل کیا جائے۔ وسائل و مقاصد کا یہ خوشگوار امتزاج دنیا کی قسمت بدل سکتا ہے اس کو خودکشی و خودسوزی کے راستے سے ہٹا کر فلاح دارین اور سعادت ابدی کے راستے پر ڈال سکتا ہے۔

غرض کہ قرآن کے پیغام اور حضور کی سیرت کے ذریعے بھٹکی ہوئی انسانیت کی اصلاح کے لیے جو پروگرام ترتیب دیا گیا ہے اس کی کامیابی کا تقاضہ ہے کہ عالمی انسانی برادری کے مختلف تہذیبی گروہوں کے درمیان خوشگوار روابط بحال ہوں۔ اس وقت مسلمانوں کو جو حالات درپیش ہیں اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ وہ مفاہمت عمل کی پالیسی اختیار کریں مگر ضروری ہے کہ مفاہمت دینی و مذہبی امور میں نہ ہو۔ اس وقت مسلمان منتشر ہیں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہیں

اور ان میں اتحاد بھی نہیں ہے اس لیے موجودہ حالات میں عقل وحکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ مسلمان اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں مفاہمتی عمل کی پائیدار حکمتِ عملی ترتیب دے کر اس پر صدقِ دل سے عمل درآمد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مفاہمتی عمل کی پائیدار حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ!
ہر ایک سے آشنا ہوں، لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ!
(اقبالؔ)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ کتاب تمرین الصرف، معین اللہ ندوی، ص۱۰۶
۲۔ سورۃ النحل، ۹۰
۳۔ سورۃ البقرۃ ۲۸۲
۴۔ (بخاری شریف) کتاب الایمان، باب اسلام الافضل
۵۔ (سنن نسائی) کتاب الایمان، باب الند والایمان
۶۔ خطیب تبریزی، ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب الشفقۃ الرحمۃ ۲/۶۲۳
۷۔ سورۃ نحل ۹۰
۸۔ سورۃ قصص ۷۷
۹۔ سورۃ الکہف ۲۹
۱۰۔ سورۃ الکافرون ۶
۱۱۔ سورۃ الکہف ۲۹
۱۲۔ سورۃ البقرۃ ۲۵۶
۱۳۔ سورۃ الحجرات ۱۳
۱۴۔ سورۃ یونس ۱۹
۱۵۔ سورۃ النساء ۱
۱۶۔ سورۃ الحج ۴۰
۱۷۔ سورۃ بنی اسرائیل ۳۴
۱۸۔ سورۃ انعام ۱۰۸

۱۹۔ سورۃ المائدۃ ۴۸

۲۰۔ سورۃ آل عمران ۶۴

۲۱۔ سنن ابن ماجہ، بیروت، دار المعرفہ

۲۲۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، دار السلام، سعودی عرب

۲۳۔ سورۃ آل عمران ۱۱۸

۲۴۔ سورۃ المائدۃ ۵۱

۲۵۔ سورۃ القلم ۹

۲۶۔ سورۃ الممتحنہ ۹

۲۷۔ سورۃ انعام ۱۰۸

۲۸۔ سورۃ الکفرون ۶ تا ۱

۲۹۔ سورۃ الکہف ۲۹

۳۰۔ سورۃ الدھر ۳

۳۱۔ (الحدیث ابوداؤد) کتاب الاطعمہ، باب البر ومن اکل السباع

۳۲۔ سورۃ التوبۃ ۴

۳۳۔ سورۃ المائدۃ ۸

۳۴۔ سورۃ آل عمران ۶۴

۳۵۔ سورۃ النحل ۱۲۵

۳۶۔ سورۃ انفال ۶۱

۳۷۔ کتاب رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلمان پوری

۳۸۔ سورۃ الممتحنہ ۸

۳۹۔ (الجامع صحیح الابخاری) کتاب الجہاد، باب ماقیل فی درع النبی ﷺ والقصص فی اعرب

۴۰۔ جامع الصحیح بخاری، کتاب البیوع، باب الشراء، دار السلام، سعودی عرب

۴۱۔ ابن ماجہ ۲۴۳۹

۴۲۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، دار السلام، سعودی عرب

۴۳۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، دار السلام، سعودی عرب

کتابیات

۱۔ ۱۹۴۹ء عہد نبوی میں نظام حکمرانی محمد حمید اللہ، حیدر آباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ

۲۔ ۱۹۷۴ء حجۃ اللہ بالغۃ ۱/۳۲۴، شاہ ولی اللہ، اسلام میں مذہبی رواداری، ص:۷۱

۳۔ ۱۹۶۶ء اسلام کا نظام محاصل .... اللہ صدیقی، کراچی، ۱۹۶۶ء، مکتبہ چراغ راہ

۴۔ ۱۹۸۱ء، سیرۃ النبی، ابن ہشام ابن ہشام، القاہرہ، ۱۹۸۱ء

۵۔ ۱۹۹۹ء، اسلام کا نظامِ حکومت، مولا نامد انصاری، الفصل ناشران، لاہور، اُردو بازار

۶۔ ۱۹۸۱ء، مسلم مما لک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش، مولا نا ابوالحسن ندوی مجلس نشریات اسلام لکھنؤ، ۱۹۸۱ء

۷۔ اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش، محمد امین، لاہور، بیت الحکمت، ۱۹۹۲ء، کلیاتِ اقبال، علامہ اقبال، علم و عرفان پبلشرز، لاہور

۸۔ اسلام میں حلال وحرام، یوسف القرضاوی، ۱۹۸۷ء، رسول اللہ کی سیاسی زندگی، محمد حمید اللہ، کراچی دارالاشاعت

۹۔ مقالات سیرت، پروف ریڈنگ افتخار حسین زدار، مطبوعہ پوسٹ آفس فاؤنڈیشن پریس، اسلام آباد وزارت مذہبی امور، زکوۃ وعشر حکومت پاکستان

۱۰۔ جامع صحیح الامام البخاریؒ، مؤلفہ امام بخاریؒ طبع: قدیمی کتب خانہ کارخانہ تجارت وکتب، مطبع: ۱۳۵۷۔ ۱۹۳۸ء

۱۱۔ الصحیح ابوداؤد، امام (مؤلف) ابوداؤدؒ، مکتبہ: حقانیہ محلّہ جنگی پشاور

۱۲۔ صحیح النسائی، مؤلف امام نسائیؒ، ناشر: مکتبہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

۱۳۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ، مؤلف: قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مکتبہ: اصحاب الحدیث حسن مارکیٹ مچھلی منڈی اردو بازار لاہور، اشاعت: ۲۷ دسمبر ۱۹۱۴ مقام بھنڈا

۱۴۔ القرآن

منشیات کی عادت اور ترکِ منشیات
خاندان کے مسائل اور کردار

ڈاکٹر سیدہ فرحانہ سرفراز
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ سماجی بہبود، جامعہ کراچی

ABSTRACT

Addiction becomes a very significant agony to entire Pakistan for last 30 years. Communities inclusive villages, cities, schools, colleges, younger's and elders, male and females, both private and government organizations are affected from intoxications. Many campaigns were launched for the controal of this burning issue but all in vain i.e. it attains growth rapidly. The people of subcontinent are well acknowledged about drugs addictions but both these aspects and facts will never and ever proved to be a cause of fear and terror for them as today. The basis of this study is for generating awareness that drug addiction is a disease. And our attitude towards this is not an impressive one. This disease must be cured in same pattern that is to deal with other human organs of the body. Drug addiction never proved itself to be psychological disease but it gives birth and rises to many of psychological and social problems. Just like diabetics is a chronic disease that is not fully curable but cure yield to addicted ones helps to lead their lives towards happiness and prosperity. This aspect of cure helps to control the huge intensity of the disease. Afterwards the addicted victim must have